Riphah Journal of Islamic Thought & Civilization
Published by: Department of Islamic Studies,
Riphah International University, Islamabad
Email: editor.rijic@riphah.edu.pk
Website: https://journals.riphah.edu.pk/index.php/jitc
ISSN (E): 2791-187X

اسلامی اخلاقیات واقدار کے فروغ میں خاندانی ماحول کا کردار؛معاصرانہ چیلنجز اور لائحہ عمل

The role of family environment in the development of Islamic ethics and values, Contemporary challenges, and action plan

Abstract

Islamic rules and moral values are unique in all aspects. The members of Muslim Ummah have always tried to promote them. At the national level, this duty was carried out by people at different levels whether they were teachers, businessmen or lay man of the society. At international level, some rulers, business professionals and religious leaders played their role. Man's first relationship is with family. This relationship is the cornerstone in the development of a personality.

There has been a lot of change taken place in the family system. In the past, due to the limited necessities of life the financial responsibility was limited to a few people. Media was not that advanced and bold and family members were loving and respectful. With the beginning of advance era, human needs were widened and to satisfy them, women started participating in economic activities along with men. Due to which the child was shifted from his home to day care centre, while the media gave birth to the social media, the stories of compassion and care in home became the past. In the present era, there is a dire need to remove these barriers that hinder the development of Islamic values through balance between income and expenditure, positive and moderate use of media and positive attitude in family.

These issues will be discussed under the answers to the following questions.

---

[1] نائب مفتی ومدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا

1. What is the role of family in the development of Islamic ethics?

2. What are the problems faced by the family in the development of Islamic moral values?

3. What are the solutions to the present-day problems?

Key words: *Islamic ethics, role of family, Moder Era, Moral Values.*

اسلامی اخلاقیات واقدار کے صاف وشیریں چشمے سے سیر اب ہونے والوں کا گلشن حیات سدا بہار رہتا ہے کبھی خزاں رسیدہ نہیں ہوتا اس ماءزلال کے اولین ساقی خاندان کے افراد ہوتے ہیں خاندان معاشرے کی ایک اکائی ہے چند اکائیاں مل کر ایک کوچہ آباد کرتی ہیں اور چند کوچے مل کر ایک محلہ پھر چند محلوں کا اجتماع ایک شہر وجود میں لاتا ہے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اگر ہر ہر اکائی اسلامی اقدار کی حامل ہو گی تو معاشرے میں خود بخود اسلامی اقدار کا فروغ ہو گا جب تک خاندان کا ہر فرد اان اقدار کا حامل رہا اور ان کو اگلی نسل میں منتقل کرنے کی ذمہ داری ادا کرتا رہا اور ان اقدار کو فروغ نصیب ہوتا رہا لیکن جب سے زندگی کی رفتار میں تیزی آئی اوران ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہونے کا آغاز ہوااس ترقی نے تنزلی کی طرف سفر شروع کر دیااب بھی اگر اس جانب توجہ مبذول نہ کی گئی تو اسلامی اخلاقیات واقدار قصہ پارینہ بن جائیں گے اور موجودہ دور میں تو یہ ذمہ داری دوچند ہو گئی ہے کیونکہ فتنوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سیلاب اسلامی اقدار کو بہالے جانے کے لئے بڑھا چلا آرہا ہے۔

شریعت اسلامیہ عقائد،عبادات،،معاملات اوراخلاقیات پر مشتمل ہے۔جیسا کہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ نے سورۃ البقرۃ کی آیت177 کی تفسیر میں تحریر فرمایا

"اسلام کی ساری تعلیم ان چار عنوانوں کے نیچے درج کی جاسکتی ہے۔

1۔عقائد 2۔معاملات 3۔عبادات۔ 4۔اخلاقیات"[1]

آپ علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ تقسیم کی تائید علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے جو ان کی معروف کتاب رد المحتارالمعروف فتاوی شامی میں مرقوم ہے علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"اعْلَمْ أَنَّ مَدَارَ أُمُورِ الدِّينِ عَلَى الِاعْتِقَادَاتِ وَالْآدَابِ وَالْعِبَادَاتِ وَالْمُعَامَلَاتِ"[2]

اسلام عمدہ آداب اوراخلاقیات واقدار کو جامع ہے شرم وحیاء،حُسنِ کلام، حسن سلوک اسلامی اخلاقیات کی اہم اقدار میں سے ہیں سطور ذیل میں ان اقدار کے فروغ میں ماضی میں خاندان کے کردار،زمانہ حال میں ان کی ترویج میں حائل رکاوٹ اور ان کو دور کرنے کے طریقوں پر بحث کی جائے گی۔

شرم وحیاء:۔

اخلاقیات واقدار میں سے ہر مذہب کی کوئی نا کوئی مخصوص قدر ہوتی جس میں اس کو باقی مذاہب پر فوقیت حاصل ہوتی ہے شرم وحیاء اسلامی اخلاقیات کی ایک اہم امتیازی قدر ہے سنن ابن ماجہ میں روایت کی گئی مندرجہ ذیل حدیث شریف میں نبی مکرم ﷺ نے اس کو اسلام کا خلق قرار دیا۔

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا، وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ

"بے شک ہر دین کا ایک خُلق ہوتا ہے اور اسلام کا خُلق حیاء ہے۔"[3]

اگر حقدار کو اس کے حق سے محروم کرکے غیر مستحق کو دینا ظلم کہلاتا ہے آنکھ کی بینائی کا ناحق استعمال، جسم کے حسن وجمال کی بے جا خود نمائی اور دل ودماغ کے جذبات کا بے محل اظہار بے حیائی ہے اور یہی ظلم ہے اور جہنم میں لے جانے والی ہے جیسا کہ حضور نبی رحمت علیہ الصلوۃ والسلام کے مندرجہ ذیل فرمان میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الحَيَاءُ مِنَ الإِيمَانِ، وَالإِيمَانُ فِي الجَنَّةِ، وَالبَذَاءُ مِنَ الجَفَاءِ، وَالجَفَاءُ فِي النَّارِ

"حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جانے والا ہے جبکہ بے حیائی ظلم میں سے ہے اور ظلم جہنم میں لے جانے والا ہے۔"[4]

پردہ، پاکیزہ نگاہیں اور پاکدامنی حیاء کے اہم امور ہیں ماضی میں ان امور کے فروغ میں خاندان نے اپنا کردار بڑے ہی احسن انداز سے نبھایا۔ اگر عورت باپردہ رہے تو بدنگاہی کے امکانات کم ہو جاتے ہیں ماضی میں خاندان کی بالغ عورتیں اپنے لباس میں اسلامی حکم ولا یبدین زینتھن[5] کو مد نظر رکھتی تھیں چاردیواری سے بغیر مقصد کے قدم باہر نہ نکلتے اور اگر کسی مقصد کے لئے باہر مجبور جانا بھی پڑتا تو ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن[6] کی قرآنی نہی ذہن نشین رہتی اس کے ساتھ ساتھ چھوٹی بچیوں کو ابتدائی عمر میں ہی ایسے لباس کی عادت ڈالی جاتی جو شرم وحیاء کی اسلامی اقدار کے مطابق ہوتا تھا نتیجتا ان کے زیر سایہ پروان چڑھنے والی بچیاں بھی اسی روش کو اختیار کرتی تھیں اور معاشرے کا باحیاء فرد بنتی تھیں۔

پھر وقت نے کروٹ بدلی، زمانے نے ترقی کے زینے طے کئے اور کچھ گھرانوں میں انسانی ضروریات میں تعیشات کی حد تک ہوش ربا اضافہ ہوا ایک فرد کی معاشی کاوشیں ان ضروریات کی تسکین کے لئے کم پڑ گئیں تو کچھ عورتوں نے بھی مرد کے شانہ بشانہ معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے گھر سے قدم باہر رکھا ابتدائی دور میں عورت نے پردے کا اہتمام بھی رکھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ برقع چادر میں تبدیل ہوا اور چادر باریک دوپٹے میں پھر دوپٹہ سر سے ڈھلک کر کندھے پر آگیا الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے مغربی تہذیب کا گھروں میں مشاہدہ ہونے لگا اور پھر آہستہ آہستہ لباس میں ان کی تقلید ہونے لگی نیم عریاں اور چست لباس گھروں

میں رواج پانے لگا تو لباس کا یہ انداز نسل نو میں منتقل ہونے لگا اور اس نے جذبات میں وہ آگ بڑھکائی کہ اس کے شعلوں سے خشک شاخوں کے ساتھ ساتھ معصوم ان کھلی کلیاں بھی جھلس گئیں

شرم وحیاء میں نگاہ کا مرکزی کردار ہے نگاہ پہلے دیکھنے کا عمل کرتی ہے پھر دل میں جذبات پیدا ہوتے ہیں گویا نگاہ ان معاملات کا داخلی دروازہ ہے اگر داخلی دروازے کو بند کر دیا جائے تو نہاخانوں تک لٹیروں کی رسائی ممکن نہیں رہتی۔ جب نظر کسی اجنبی کی طرف نہیں اٹھے گی تو دل اس کی طرف میلان نہیں کرے گا۔ اور قلبی میلان کے بغیر تو بد فعلی کا ارتکاب ہی بعید از قیاس ہے۔ اس بات کو بیان کرتے ہوئے سورۃ نور کی آیت 30 کی تفسیر میں علامہ قرطبی مالکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"البصرھُوالباب الاکبرالی القلب وبحسب ذالک کثر السقوط من جهته ووجب التحذ یر منهُ وغضهُ واجب عن جميع المحرمات وَكُلِّ مَا يُخْشَى الْفِتْنَةُ مِنْ أَجْلِهِ[7]"۔

" نظر دل کی طرف کھلنے والا سب سے بڑا دروازہ ہے۔ ناگاہ کی بر راہ روی کے باعث اکثر لغزشیں ہوتی ہیں، اس لئے اس سے بچنا چاہئے اور تمام محرمات اور اس کی وجہ سے جن فتنوں کا خوف ہو ان سے اسے جھکانا واجب ہے "۔

دشمن کی طرف سے مارے گئے عام تیر کے زخم کا علاج کیا جائے تو زخم مندمل ہو جاتا ہے لیکن اگر تیر زہر آلود ہو تو اس کا زخم تو علاج کے ذریعے مندمل ہو جاتا ہے لیکن اس کی وجہ جسم میں زہر کے اثرات بعد بھی جان لیوا ہو سکتے ہیں۔ ابلیس انسان کا شدید دشمن ہے۔ وہ ہمیشہ انسان کو راہ راست سے ہٹانے کے لئے اپنے تیر و تفنگ استعمال کرتا ہے اور جنسی بے راہ روی کے لئے نظر اس کے ہتھیاروں میں سے ایک خطرناک اسلحہ ہے بلکہ حدیث پاک میں تو نظر کو اس کے بد اثرات کی وجہ سے شیطان کا زہر آلود تیر قرار دیا گیا ہے نیز اس کے ترک پر حلاوت ایمان کا وعدہ کیا گیا ہے جیسا کہ معجم الکبیر کی مندرجہ ذیل روایت سے واضح ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مسعود قَال قال رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم)ان النظرسهم من سهم ابليس مسموم من تركه مخافتي مسموم ابدلته ايمانايجدحلاوته فی قلبه"[8]

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے جس نے اس کو میرے ڈر سے چھوڑ دیا اسے ایسے ایمان کے ساتھ بدلہ دوں گا جس کی شرینی وہ اپنے دل میں پائے گا۔

چونکہ اس کا تعلق مرد وزن دونوں کے ساتھ ہے اس لئے اسلام نے دونوں کو بد نگاہی سے منع فرمایا تا کہ فعل شنیع کا داخلی دروازہ ہی بند ہو جائے۔ کیونکہ جب دونوں ایسی نظر سے دیکھیں گے ہی نہیں جو جذبات کو مشتعل کرے تو حیا سوزی کا ارتکاب بھی نہیں کریں گے۔

ماضی میں بد نگاہی کے اسباب بہت کم تھے نہ کوئی تصویر ہوتی تھی نہ ویڈیو، نہ کوئی موبائل تھانہ تیز رفتار انٹرنیٹ، نہ کیبل تھی نہ ڈش اس کے علاوہ اعزاء واقربا سے ملاقات کو جاتے وقت حکم الٰہی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا[9] پر عمل کئے بغیر گھروں میں آنے جانے کی عادت نہ تھی جس کے نتیجہ میں غیر محرم مردوں کا سامنا کرنے سے پہلے عورتیں اپنے پردے کا مناسب انتظام کر لیتیں اور مرد بھی غیر محرم عورتوں کے سامنے آنے سے پہلے زنان خانے سے الگ ہو کر مردان خانے میں گوشہ نشین ہو جاتے تھے جس کی وجہ سے مرد وزن بد نگاہی سے بہت حد تک محفوظ رہتے اور بچے اس ماحول میں پرورش پا کر انہی آداب کو اپنا لیتے لیکن پھر میڈیا نے جنم لیا پرنٹ میڈیا نے تصاویر کے ذریعے اور الیکٹرانک میڈیا نے تصاویر اور ویڈیو کے ذریعے بد نگاہی کو فروغ دیا بعد موبائل ایجاد ہو تو سوشل میڈیا نے گھر بلکہ بستر کے اندر تک بد نگاہی کا سامان فراہم کیا اور اس کا بخار بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک سب کو چڑھا اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کے گھروں میں آنے جانے کے اسلامی آداب کو پس پشت ڈال دیا گیا بلا اجازت آمد ورفت کو اپنائیت اور اجازت لینے کو پرایا پن سمجھا جانے لگا تو نگاہوں کی پاکیزگی متاثر ہونے لگی۔

اوائل بلوغت میں شادی پاکدامنی کا سبب بنتی ہے۔ کیونکہ جب ہیجانی کیفیات کو تسکین کا جائز موقع مل جائے تو انسان کو ناجائز ذرائع کی ضرورت نہیں رہتی۔ ماضی میں کئی خاندانوں میں چڑھتی جوانی میں شادی کا رواج تھا قانونی طور پر عمر کی کوئی حد مقرر نہیں تھی شادی تین نقطوں کے بغیر سادی سی ہو جاتی تھی لمبی چوڑی خاندانی رسم ورواج نہ تھیں اس لئے ان خاندانوں کے مرد وزن عفت وپاکدامنی کی دولت سے مالامال تھے لیکن جب سے جائز طریقے پر قانونی پابندیاں عائد کر دی گئیں، عمر کی ایک حد مقرر کر دی گئی اور خاندانوں کو رسم ورواج میں جکڑ کر شادی کی سادگی کو دھوم دھوم میں تبدیل کر دیا گیا تب سے ناجائز راستوں کو تلاش کیا جانے لگا۔ شرعی اعتبار سے لڑکا اگر بارہ سال کی عمر کے بعد اور لڑکی نو سال کی عمر کو پہنچ کر بلوغت کا دعویٰ کریں تو ان کی بات مان لی جائے گی۔ اور اگر بارہ اور پندرہ سال کی عمر کے دوران بالغ ہونے کے آثار میں سے کوئی چیز ظاہر نہ ہو تو فتویٰ اس بات پر ہے کہ پندرہ برس کی عمر میں ان کو بالغ شمار کر لیا جائے گا۔ لیکن قانوناً اٹھارہ برس سے پہلے مرد اور سولہ برس سے پہلے عورت کا نکاح قانوناً ممنوع ہو گیا اور ایسے نکاح کو رجسٹرڈ کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی زیادہ عرصہ بن بیاہے رہنے کے سبب نگاہوں کی پاکیزگی اور عفت کو برقرار رکھنا انتہائی مشکل امر ہو گیا۔

شریک حیات کا چناؤ ایک دو دن کا فیصلہ نہیں ہوتا بلکہ پوری زندگی کا فیصلہ ہوتا اس میں دانشمندی کی ضرورت ہوتی ہے خاندان کی بزرگ شخصیات مردم شناس ہوتے ہیں، ان کو شاہراہ حیات کے نشیب وفراز کا خوب علم ہوتا ہے وہ معاملے کی شش جہات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کو بھی پرکھتے ہیں ان کے فیصلے دانشمندی پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان میں شفقت کا پہلو بھی غالب ہوتا ہے اس لئے

وہ اپنی اولاد کے لئے شریک حیات کے انتخاب کے وقت ہر معاملے کو دیکھتے ہیں ظاہری حسن کے ساتھ ساتھ معاملہ فہمی کو مد نظر رکھتے ہیں مالی حیثیت کے ساتھ ساتھ تقوی کے معیار پر نظر رکھتے ہیں ماضی میں جب تک چادر وچار دیواری میں رہی اس کے لئے شریک انتخاب کا فیصلہ بزرگوں کے ہاتھ میں رہالیکن جب سے عورت نے ان مقامات پر جاناشروع کیا جہاں اختلاط مرد وزن ہوتا ہے تب سے اولاد نے یہ فیصلہ اپنے ہاتھ میں لے لیالیکن اسلام اس رویہ کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔

آج اس امر کی ضرورت ہے کہ تعشیات کوترک کرکے صرف مرد کی آمدنی سے اپنی ضروریات زندگی کو پورا کیاجائے عورت کے لئے باپردہ رہ کر اگر معاشی سرگرمیوں میں شرکت ممکن ہوتوٹھیک ورنہ مال پر اقدار کو ترجیح دی جائے۔
میڈیا کے مثبت استعمال کو عام کیاجائے فحاشی وعریانی پر مشتمل پروگرام دیکھنے کے بجائے ان پروگراموں کو دیکھنے میں فارغ اوقات بسر کئے جائیں جواس گدلے پن سے پاک ہوں نیز ان میں اخلاقی تربیت کا عنصر بھی موجود ہو تاکہ بد نظری سے حفاظت ہوسکے۔
اوائل بلوغت میں شادی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کیاجائے قانون پر نظر ثانی کی جائے اور فضول رسم ورواج میں تبدیلی لاکر سادہ انداز میں شادی کا رواج بنایاجائے کہ نکاح سہل انداز سے ہوسکے ہواور پاکدامنی کو برقرار رکھنا آسان ہوجائے اور اس کے ساتھ شریک حیات کا انتخاب بزرگوں کی دانشمندانہ رائے کے ساتھ کیاجائے تاکہ آنے والی نسلوں کو بے حیائی کے عیب سے محفوظ رکھاجاسکے اوروہ حیاء کے زیور سے مزین رہیں کیونکہ بے حیائی جس چیز میں ہوتی ہے اسکو عیب دار کرتی ہے اور کسی میں حیاء کی موجودگی اس کو زینت بخشتی ہے۔جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث پاک میں ہے۔
عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا كَانَ الْفُحْشُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ، وَلَا كَانَ الْحَيَاءُ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ"[10]

حسن کلام:۔

قوت گویائی رب کریم کے احسانات میں سے ایک عظیم احسان ہے۔اس کے ذریعے انسان اپنے مافی الضمیر کو بیان کرتا ہے،اپنی ضروریات کو آسانی سے بیان کرتا ہے اوراپنے غم،مسرت،غصے،ناراضگی،محبت،نفرت اور تعجب کے جذبات کا اظہار کرکے دوسروں تک منتقل کرتا ہے اسلام اپنے نظام اخلاقیات میں حسن کلام کی حسین اقدار کا حامل ہے اگر مومن کے پاس کہنے کو اچھی بات نہ ہوتو اسے حکم ہے کہ خاموش رہے۔رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

"جو اللہ عزوجل اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے یا سکوت اختیار کرے۔"[11]

کسی بھی زبان کو سیکھنے کے تین فطرتی مراحل ہیں۔

سماعت و فہم:۔ کسی زبان کے سمجھنے کا سب سے ابتدائی مرحلہ ہوتا ہے بچہ پہلے گفتگو کو صرف سن کر سمجھتا ہے۔

تکلم:۔ اس کے بعد گفتگو کرنے کا مرحلہ آتا ہے بچہ آہستہ آہستہ بولنا سیکھتا ہے۔

قرات وکتابت:۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ بچہ پڑھنا اور لکھنا سیکھتا ہے۔

ابتدائی دو مراحل میں خاندان اہم کردار کرتا ہے اگر ان مراحل پر اسلامی اقدار کے مطابق تربیت کی جائے تو بچہ گفتار میں اسلامی اقدار کا خوگر ہو جاتا ہے افراد خانہ سے جب وہ اذان، نماز، کلمہ، قرآن کریم کی تلاوت، حمد و نعت، درود پاک، ادعیہ ماثورہ اور اذکار واستغفار سنے گا تو وہ انہی بابرکت کلمات کا عادی ہو گا۔

باہمی گفتگو میں اسلام باہمی احترام کا قائل ہے افراد خانہ کا انداز تکلم اپنے بچوں کے ساتھ ناصحانہ اور اپنے بزرگوں کے ساتھ مودبانہ ہو گا تو یہ بچہ بھی اسی انداز تکلم کی پیروی کرے گا اور

وقل لھُماقولا کریما[12] کے امر الٰہی پر عمل کر کے اجر وثواب کمائے گا لیکن اگر گھر کے بزرگوں کے ہر عمل پر اف کی جائے گی اور ہر بات پر جھڑک دیا دیا جائے گا تو بچہ بھی اسی انداز تخاطب کو اپنا کر

فلاتقل لھُما اف ولاتنھرھُما[13]

کی نہی کا مرتکب ہو گا اور آج کا بچہ جس انداز تکلم کا عادی ہو گا کل جوان ہو کر اپنی معاشرتی زندگی میں اسی کو اپنائے گا۔

اسلام صدق مقال کی حوصلہ افزائی اور کذب بیانی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے سچائی کو نجات دہندہ اور جھوٹ کو باعث ہلاکت قرار دیا گیا جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى البِرِّ، وَإِنَّ البِرَّ يَهْدِي إِلَى الجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا. وَإِنَّ الكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الفُجُورِ، وَإِنَّ الفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا[14]

اگر افراد خانہ سچ کے عادی ہوں گے اور جھوٹ سے دور بھاگنے والے ہوں گے تو بچہ بھی اسی نہج پر چل کر نجات پائے گا اور ہلاکت سے محفوظ رہے گا نیز معاشرے میں عملی زندگی میں وہ سچائی پر کاربند رہ کر سچ کا بول بالا کرے گا۔

فحش گوئی وسب وشتم انتہائی قبیح افعال ہیں یہ چہرے کے حسن، لباس کی نفاست اور شخصیت کے سحر کو گہنا کر رکھ دیتے ہیں اسلام نے سب وشتم کو فسق قرار دیا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ[15]

اور بعض گالیوں پر اسلام نے جسمانی سزا بھی مقرر کی ہے جہاں پر افراد مل کر زندگی بسر کرتے ہیں وہاں پر چھوٹے موٹے اختلافات بھی جنم لیتے ہیں اگر ان کے اظہار میں باہمی گالی گلوچ داخل ہو جائے تو باہمی منافرت پیدا ہو جاتی ہے جب بچہ ایسے موحول میں پروان چڑھتا ہے تو گالم گلوچ کی خوئے بد میں مبتلا ہو جاتا ہے اور معاشرے میں جب وہ کسی کو سب وشتم کرتا ہے تو جوابا کہیں نہ کہیں اسے گالی دی جاتی ہے لیکن اگر اختلاف رائے کا اظہار عمدہ پیرائے میں کیا جائے تو اختلافات مخالفت میں نہیں بدلتے اس طرح اس ماحول میں پروان پڑھنے والا بچہ مستقبل میں نہ کسی کو گالی دیتا ہے نہ اسے گالی دی جاتی ہے۔

کسی کی غیر حاضری میں اس کے متعلق وہ گفتگو کرنا کہ اگر وہ موجود ہوتا تو اس کو سن کر ناپسند کرتا غیبت کہلاتا ہے غیبت کی قباحت کو قرآن کریم نے

ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه[16]

کے الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا کہ کیا تم سے کوئی انے فوت شدہ بھائی کے گوشت کو تناول کرنا پسند کرتا ہے اس لئے زبان کو غیبت سے محفوظ رکھنا اسلامی اقدار کا حصہ ہے اگر گھر کے اہل خانہ اس سے اپنی زبان کو محفوظ رکھیں گے تو بچے کی زبان بھی اس فعل کی آلودگی سے محفوظ رہے گی

ماضی میں خاندن کے افراد اپنی زبان کو جملہ نفاستوں سے مزین اور غلاظتوں سے پاک رکھتے تھے تو بچے بھی ان کی پیروی کرتے تھے ماں اپنے یتیم بچے کو تعلیمی سفر پر روانہ کرتے ہوئے سچ کی تلقین کرتی تو راستے میں بچے کے سچ بولنے کی وجہ سے ڈاکوں کا گروہ تائب ہو جاتا تھا آج باپ گھر پر موجود ہو کر موبائل فون پر جب بچے کے سامنے جھوٹ بول کر اپنی عدم موجودگی کا اظہار کرتا ہے اور افراد خانہ کوئی چیز دینے کا بہانہ کر کے بچے اپنے پاس بلانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس چیز موجود نہیں ہوتی اور اس کو جھوٹ سمجھا ہی نہیں جاتا حالانکہ حدیث پاک میں اس کو جھوٹ کہا گیا ہے حضرت سیدنا عبد اللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی مُکَرَّم ﷺ ہمارے گھر تشریف فرما تھے کہ میری امی نے مجھے اپنے پاس بلاتے ہوئے کہا کہ ادھر آؤ میں تمھیں کوئی چیز دوں گی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اسے کیا دینے کا رادہ کیا ہے "انہوں نے عرض کی کہ میں اسے کھجور دوں گی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اسے کوئی چیز نہ دیتی تو تمہارا ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔[17]

اسی طرح جب بھی اہل خانہ مل بیٹھتے ہیں تو کسی قریبی عزیز کی ذات کو موضوع سخن بنا کر اس کی غیبت کی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ میڈیا کے پروگراموں میں بھی کسی نہ کسی کی غیبت کی جاتی ہے۔ جیسے غیبت پر مشتمل گفتگو کرنا گناہ ہے اسی طرح اس کے سننے میں مشغول رہنا بھی ممنوع ہے اس سے بچے کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے اور وہ اس انتہائی برے عمل کو کچھ بھی نہیں سمجھتا اس لئے افراد خانہ کو چاہئے کہ

زبان کی جملہ آلائشوں سے اپنی زبان کو پاک رکھیں گفتگو میں بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کا پہلو غالب رہے گالی گلوچ سے مکمل پرہیز کیا جائے اور بچوں کو بھی ایسے ماحول سے محفوظ رکھا جائے جس میں بات بات پر گالی ہو جب مل بیٹھنا ہو تو بجائے غیبت کے لوگوں کی اچھائیوں کا تذکرہ کیا جائے نیز میڈیا کے ایسے پروگراموں کو دیکھنا اور سننا ترک کر دیا جائے جن میں غیبت ہی غیبت ہو اور ان کے بجائے ایسے اچھے پروگراموں کی طرف رجوع کیا جائے جو کہ تعمیر شخصیت میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

حسن سلوک:۔

کسی کے ساتھ سلوک اخلاقیات کا اہم جز ہے اس پہلو سے اسلامی اقدار انتہائی حسین امور کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں اسلام حسن سلوک کی طرف داعی ہے اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی عبادت کا حکم ارشاد فرمایا وہی اپنی مخلوق کے بہت سارے گروہوں کے ساتھ حسن سلوک کا بھی حکم ارشاد فرمایا سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْـًٔا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰي وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ[18]

اور عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناؤ اور والدین، قریبی رشتہ، یتیموں، مسکینوں، قریبی پڑوسیوں، دور کے پڑوسیوں، ہم مجلس، مسافر اور لونڈیوں سے اچھا سلوک کرو۔

اس آیت کریمہ میں مندرجہ ذیل افراد سے نیک سلوک کا حکم ہوا۔

والدین

رشتہ دار

یتیم و مسکین

پڑوسی

ہم مجلس

مسافر

غلام

والدین:۔

اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے اور والدین اس کے دنیا میں آنے کا سبب ہیں اس لئے والدین کے حقوق سب سے زیادہ ہیں اور اللہ کریم نے اپنی بندگی کے بعد والدین سے اچھا سلوک کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا نیز رسول مکرم ﷺ نے والدین کے ساتھ حسن

سلوک کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں نماز کے بعد سب سے محبوب کام قرار دیا جیسا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں آپ ﷺ سے روایات کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

الصَّلاَةُ عَلَى وَقْتِهَا، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ ،قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الوَالِدَيْنِ[19]

"(اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پسندیدہ کام) وقت پر نماز پڑھنا ہے۔ پوچھا گیا پھر کون سا عمل (اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل) تو ارشاد فرمایا: والدین سے حسن سلوک سے پیش آنا"

اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کے طریقے مندرجہ ذیل آیت کریمہ بیان فرمائے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًااِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا[20]

اس آیت کریمہ میں بیان کردہ احکام کی اہمیت کو اور ان پر عمل پیرا ہونے کی برکت کو جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

ان میں اسلامی تمدن کے بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں جن کے طفیل اسلامی معاشرہ کو اقوام عالم میں ایک منفرد مقام حاصل ہو گیا ہے۔ ان آیات میں بڑے دلکش انداز میں بتایا جارہا ہے کہ انسان کا تعلق اپنے کریم ورحیم پروردگار سے کیسا ہونا چاہئے۔ اور اپنے ماں باپ، قریبی رشتہ دار اور معاشرہ کے دوسرے افراد کے ساتھ اس کا برتاؤ کیسا ہونا چاہئے۔ آج بھی جب مادی تہذیب کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے اور کئی سادہ لوح اس پر فریفتہ ہو چکے ہیں ان ہدایات کے پیش نظر ہم بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ان تعلقات کو جس طرح قرآن حکیم نے صحیح انسانی بنیادوں پر استوار کیا ہے۔ ان کی برکت سے ہمارے باہمی تعلقات زیادہ اخلاص ومحبت پر مبنی ہیں۔"[21]

اس آیت کریمہ میں پہلے والدین کے ساتھ عمومی حسن سلوک کا ذکر ہوا پھر بڑھاپے کی حالت میں سلوک کا ذکر ہوا کیونکہ جب والدین عالم شباب میں ہوتے ہیں اور اپنی حاجات کی خود کفالت کرتے ہیں تو عموما اس زمانے میں تو ان کے ساتھ فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہیں کیونکہ وہ والدین کے محتاج ہوتے ہیں۔ مگر جب والدین بوڑھے ہوجاتے ہیں ان کا جسم کمزور ہوجاتا ہے بیماریاں ان کو گھیر لیتی ہیں وہ کمانے کے قابل نہیں رہتے اور اولاد کے سہارے کی ان کو ضرورت ہوتی ہے تو ایسے اوقات میں ان کی خدمت گزاری اولاد کے لئے خوش بختی کا باعث ہوتی ہے۔ اور اگر والدین مریض ہوں اور مرض کی شدت ان کے مزاج میں چڑچڑے پن کا سبب بنے اور وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو محسوس کرکے خفگی کا اظہار کریں تو اولاد اپنے بچپن کے زمانے کو یاد کرکے ان کے ساتھ وہی شفقت ونرمی والا سلوک کرے جو ان کے والدین ان کے ساتھ بچپن میں کیا کرتے تھے اور ان کی بیماری کو اپنے لئے زحمت نہ سمجھے بلکہ اس موقع کو غنیمت جان کر دل وجان سے ان کے علاج معالجے کا اہتمام کرے۔ چیں بجبیں ہونے کے بجائے اس کے لب پر تبسم سجا ہو۔ زبان ان کے لئے کلمات خیر ادا کررہی ہو اور اس

طرح ان کی خدمت پر کمربستہ ہو جائے کہ ان کے دل سے اس کے لئے دعا نکلے اور ان کا دل مطمئن ہو کہ جس اولاد کے لئے انہوں نے اپنی جوانی میں مشقت و تکالیف برداشت کیں آج ان کی اولاد جوان ہو کر احسان فراموشی کا ثبوت نہیں دے رہی۔

ماضی میں والدین کے ساتھ حسن سلوک مثالی رہا ان کے ساتھ دھیمے لہجے کے ساتھ گفتگو، خدمت گزاری، گھر سے نکلتے وقت قدم بوسی و دعا اور واپسی پر سب سے پہلے ان کی خدمت میں حاضری اور ان کی ضروریات کے دھیان سے اولاد سعادت مند رہی اس کا صلہ ان کی اولاد ان کو بھی حسن سلوک کی صورت میں دیتی رہی لیکن پھر کسی کو معاشی مصروفیات نے گھیر ا تو اس نے اپنے والدین کو اولڈ ہاوسز میں بھیج دیا یا ملازموں کے حوالے کر دیا اور کسی کی شریک حیات کو وہ آشیانہ دل نہ لگا تو وہ اپنی اولاد کو ان کے والد سمیت لے کر نئے کاشانے میں منتقل ہو گئی لیکن یہ خیال نہ آیا کہ آج جو کتاب ان بچوں کے اذہان پر لکھی جارہی ہے اس پر جب وہ عمل پیرا ہونگے تو اس دکھ کو سہنا کتنا کٹھن ہو گا۔

رشتہ دار:۔

رشتہ داروں سے حسنِ سلوک سے انسان کے رزق اور عمر میں برکت نصیب ہوتی ہے نبی اکرم صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ

"جس کو یہ بات خوش کرے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو یا اس کی عمر میں اضافہ ہو جائے تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیئے۔"[22]

ادوار سابقہ میں رشتہ داروں سے حسن سلوک معاشی حالت کو دیکھے بغیر کیا جاتا تھا خاندانی رشتے مالی رشتوں سے مقدم ہوتے تھے رشتہ داروں میں امداد باہمی کمزوروں کو سہارا فراہم کرتی اور غمگساری غم کی شدت میں کمی کا باعث بنتی لیکن پھر مادیت پرستی کی وبا نے سماجی فاصلے کو جنم دیا اور خون کے رشتے دور ہو گئے اور مال کے رشتے قریب ہو گئے مفاد پرستی کے جراثیم خود غرضی کا سبب بنے پہلے فارغ اوقات رشتہ داروں سے بالمشافہ ملاقات میں صرف ہوتے تھے اب طمع جاہ ومال کے سبب فراغت نصیب ہی نہیں ہوتی اگر ہو بھی جائے تو سوشل میڈیا کی ایسی دوستی اس فراغت کو بہا کرلے جاتی ہے جس میں مدمقابل کے نہ مزاج کا علم ہوتا ہے نہ خاندان کا پتا نہ جنس کے بتانے میں سچ کا یقین ہوتا ہے نہ عمر کے فرق کا لحاظ اور جو دکھ اور تکلیف کے مواقع میں شریک ہو کر نہ مداوہ کر سکتا ہے نہ پر مسرت لمحات میں شرکت سے لطف کو دوبالا۔

یتیم و مسکین:۔

کبھی کوئی بندہ فوت ہو جاتا ہے اور اپنے پیچھے ایسے نابالغ بچے چھوڑ جاتا ہے جو اپنے نان ونفقہ کا اہتمام نہیں کر سکتے اور بعض اوقات خاندان کے ایسے بالغ افراد بھی ہوتے ہیں جن کے پاس ضروریات زندگی کے لئے مال نہیں ہوتا تو اسلام ایسے یتیموں اور مسکینوں سے اچھے انداز میں پیش آنے کی دوعت دیتا ہے اور یہ قومی وحدت اور باہمی کفالت کا وہ پر بھرا درس ہے جس کی جانب کتاب حکیم ہمیں متوجہ کرتی

ہے جس کی طرف قرآن ہر مناسب موقع پر ہماری توجہ مبذول کراتا ہے۔اسی طرح حضور سید عالم ﷺ نے بھی یتیم سے حسن سلوک کی ترغیب دی اور یتیم کے ساتھ برا سلوک کرنے کی مذمت کی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مسلمانوں کے گھروں میں سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم سے اچھا سلوک کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں سے برا گھر وہ ہے جس میں یتیم سے برا سلوک کیا جائے۔[23]"

پڑوسی:۔

پڑوسی بھی خاندان کے افراد کی مثل ہوتے ہیں پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں۔

رشتہ دار اور پڑوسی

مسلمان اور پڑوسی

غیر مسلم اور پڑوسی

جو پڑوسی مسلمان بھی ہے اور رشتہ دار بھی اس کے حقوق اسلام،رشتہ دار اور پڑوس ہونے کے اعتبار سے ہیں اور جو مسلمان ہے اور پڑوسی ہے اس کے حقوق دو رشتوں کے اعتبار سے مذکورہ بالا آیت کریمہ میں رشتہ دار پڑوسی اور غیر رشتہ دار پڑوسی دونوں سے احسان کرنے کا ارشاد ہوا اور جو غیر مسلم ہے اس کا بھی پڑوس کی وجہ سے حق ہے۔

پڑوسی سے حسن سلوک کے مختلف انداز ہیں۔

جب وہ مدد مانگے اس کی مدد کی جائے۔

جب قرض مانگے قرض دیا جائے۔

جب مرض میں مبتلاء ہو عیادت کی جائے۔

جب اس کو خوشی نصیب ہو تو مبارک باد دی جائے۔

جب غم سے آزمایا جائے تو غمگساری کی جائے۔

فوت ہو تو اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے۔

اس کی اجازت کے بغیر اپنی عمارت بلند نہ کی جائے، کہ اس کی ہوا رکے

ماضی میں پڑوسی کا سگے رشتہ داروں کی طرح سلوک کیا جاتا ان کے مردوں کو دادا، چچا،ماموں اور بھائی کا درجہ دیا جاتا اور عورتوں کو دادی ،نانی،خالہ، پھوپھی،بہن اور بھابی کا درجہ دیا جاتا ان کے دکھ درد اور خوشی غمی میں اسی طرح شرکت کی جاتی جیسے اپنے سگے رشتہ داروں کے ان مواقع میں شرکت ہوتی لیکن پھر آہستہ آہستہ نئے شہر آباد ہوئے اور مختلف علاقوں کے لوگوں نے اعلی تعلیم و معاش کے لئے ان شہروں

کارخ کیا اور حالت ایسے ہوگئے کہ پڑوسی ایک دوسرے کے لئے انجان ہوگئے ایک زمین پر بنے مکان کے بالاخانے میں بسنے والے افراد کو نچلے حصے میں رہنے والے افراد کی خبر نہیں ہوتی اور مالک مکان کو اپنے گھر کی ایک منزل میں آباد افراد پر اتنا اعتماد نہیں ہوتا کہ پیشگی کرایہ نہ لے۔

ہم مجلس:۔

خاندانی زندگی میں اکثر مل بیٹھنا نصیب ہوتا ہے اس طرح مل بیٹھنے میں اٹھنے، بیٹھنے، گفتگو کرنے کے افعال کئے جاتے ہیں اسلام نے اس لئے اپنے ہم مجلس کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا اور مجلس کے آداب بھی سکھائے ان میں سے کچھ کا ثبوت قرآن کریم سے ہے کچھ کا احادیث مبارکہ سے اور کچھ فقہاء کے اقوال سے ان کو بالترتیب بیان کیا جائے گا۔

(1) مجلس میں موجود لوگوں کے آداب:۔

جب مجلس قائم ہو اور باہر سے کچھ لوگ آجائیں تو اس مجلس میں موجود لوگوں کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اس کے متعلق قرآن کریم میں رب ذوالجلال کا ارشاد گرامی ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ [24]

اے ایمان والوں جب تم کو کہا جائے کہ مجلس میں جگہ دو تو تم جگہ دو اللہ تعالیٰ تمہیں جگہ دے گا۔

اس آیت مبارکہ میں مومنوں کو مجلس کے ان آداب سے آگاہ کیا جارہا ہے جن کو اپنانا باہمی الفت اور احترام میں اضافے کا سبب ہے۔ اگر مجلس منعقد ہو اور مجلس میں باہر سے کچھ لوگ شرکت کی غرض سے حاضر ہو تو اہل مجلس کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ ان نئے آنے والوں کے بیٹھنے کے لئے مناسب جگہ کا اہتمام کریں۔ ان کو پورے احترام سے جگہ دیں اگر مجلس میں جگہ تنگ ہو تو جتنا اپنے آپ کو سمیٹ سکتے ہیں سمیٹ لیں اور ان کے لئے کشادگی کا بندوبست کریں۔ ایک تو اس سے ان لوگوں کے دلوں میں ان کا کی محبت اور عزت میں اضافہ ہو گا اور اس کے ساتھ دنیا میں اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں فراخی عطا فرمائے گا اور آخرت میں بھی وسعت نصیب ہو گی۔

(2) باہر سے مجلس میں آنے والوں کے آداب:۔

اسلام ماخوذ ہی سلامتی سے ہے اس لئے سلام کو عام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

"کیا میں ایسی چیز کی طرف تمہاری راہنمائی نہ کروں کہ جب تم سے سرانجام دو تو تم میں باہمی محبت پیدا ہو۔ اپنے درمیان سلام کو عام کرو"[25]

اگر گھر میں آتے جاتے وقت سلام دینے اور سلام کا جواب دینے کا رواج ہو گا تو بچہ بھی گھر سے نکلتے وقت اور واپسی پر سلامتی کی اس دعا کو ورد زبان بنالے گا اور اسی طرح مختلف مجالس و محافل میں شرکت کے وقت اس کو عام کرے گا تو ان تمام مقامات پر سلامتی کا نزول ہو گا۔

جو لوگ مجلس میں پہلے سے موجود تھے انہیں اس آیت کریمہ میں یہ سکھایا گیا کہ وہ نئے حاضرین کے لئے جگہ بنائیں اور حدیث پاک میں باہر سے آنے والوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ مجلس میں پہلے سے موجود افراد کو اواپنی جگہ سے اٹھا کر خود ان کی جگہ پر قبضہ کر کے نہ بیٹھ جائیں بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔ ارشاد نبوی ہے۔

لا يقيم الرجل الرجل من مجلسه ثم يجلس فيه[26]

کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو اس کے بیٹھنے کی جگہ سے نہ اٹھائے (کہ) پھر اس جگہ میں خود بیٹھ جائے۔

(2) اگر مجلس سے کوئی بندہ اٹھ کر کسی کام کو جائے اور مجلس میں بیٹھے افراد کو اس کے واپس آنے کا علم ہو تو کسی دوسرے کو اس کی جگہ پر بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس جگہ بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ[27]۔

(3) اگر مجلس میں دو شخص قریب بیٹھ کر آپس میں گفتگو میں مصروف ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر ان کے درمیان میں نہیں بیٹھنا چاہئے البتہ اگر وہ اجازت دے دیں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے لَا يُجْلَسْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا[28]۔

کیونکہ ممکن ہے وہ اپنی کسی نجی گفتگو میں یا اہم مشاورت میں مشغول ہوں اور ان پر کسی اور کا دخل اندازی کرنا گراں گزرے۔

(4) جس قدر ممکن ہو جمائی کو روکا جائے اگر پھر بھی نہ رکے تو منہ کو بائیں ہاتھ کی پشت یا کپڑے سے ڈھانپ لینا چاہئے۔

(5) زیادہ آواز کے ساتھ قہقہ لگا کر نہیں ہنسنا چاہئے کہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔[29]

فقہاء نے جو آداب مجلس بیان کئے وہ درج ذیل ہیں۔

(1) جو بندہ تمہارے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے آئے تو تم مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اس کی خاطر اپنی جگہ سے ذرا ہٹ جاو تا کہ اسے اپنی قدر و منزلت کا علم ہو۔

(2) سردار بن کر مجلس میں نہ بیٹھو بلکہ جو جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جاو تکبر اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ ناپسند ہے اور عاجزی کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ پسند فرماتا ہے۔

(3) مجلس میں چھینک آنے کی صورت میں اپنے منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لو اور آہستہ آواز کے ساتھ چھینکو اور اونچی آواز کے ساتھ الحمد للہ کہو اور مجلس میں موجود افراد جو با اونچی آواز سے یرحمک اللہ کہیں۔[30]

مجلس برخاست کرنے کی دعا: اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص مجلس سے اٹھ کر تین بار یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ختم کر دے گا اور جو بندہ خیر اور ذکر کی مجلس میں اس ے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے خیر پر مہر لگا دے گا۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ لَا اِلٰہ اِلَّااَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ[31]۔

اے ہمارے اللہ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں تو ہی معبود بر حق ہے میں تجھ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے توبہ کرتا ہوں۔

اگر انسان پھولوں کی دکان پر بیٹھتا ہو اور اس کو وہاں سے کوئی منفعت نہ بھی ہو تو اتنا ضرور ہو گا کہ جب تک دکان میں بیٹھے گا اس کے مشام جاں پھولوں کی مہک سے معطر رہیں گے مجلس کا انسانی زندگی پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے آدمی اپنے ہم نشین سے پہچانا بھی جاتا ہے اور ان کی عادات واطوار کو لاشعوری طور پر اپنا بھی لیتا ہے اس لئے مجلس کے انتخاب میں احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے ماضی میں مجلس کے انتخاب میں خاندان اہم کردار ادا کرتا والد خود بھی بری مجلس سے دور رہتا اور اولاد کی کڑی نگرانی کرتا کہ وہ بری مجلس کا حصہ نہ بنے لیکن وٹس ایپ اور فیس بک گروپس کیوجہ سے اب یہ اس بات پر نظر رکھنا مشکل ہو گیا ہے۔

ماضی میں خاندانی مجالس میں ان آداب کا خاص لحاظ رکھا جاتا تھا نیز اس کے ساتھ ساتھ بزرگوں کی موجودگی میں سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا بات بات پر قہقہے، بزرگوں کی بات پر عدم دھیان اور فضول گوئی سے پرہیز کیا جاتا تھا پھر اقدار میں تبدیلی آئی مل بیٹھنے کا وقت نایاب ہو گیا اگر میسر بھی آیا تو ہر ایک نے موبائل پر اپنا جہاں آباد کر لیا ہر وقت کے بے محل قہقہے خوش مزاجی ٹھہرے، ہر بات پر جواب خود اعتمادی کی علامت ہوا اور اول تو بزرگوں کی محفل میں موجودگی کو بھار سمجھا جانے لگا اور ان سے الگ تھلگ بیٹھنے کا اہتمام ہونے لگا اور اگر وہ اپنی تنہائی سے بے زار ہو کر مجلس میں ہی گئے تو ان کی بات سے زیادہ دھیان موبائل فون میں ہونے لگا۔

مسافر و مہمان:۔

سفر میں انسان مشکلات وتھکاوٹ کا شکار ہوتا ہے اور اس کو دوران سفر سکونت وخوردونوش کی ضرورت ہوتی ہے۔اسلام نے مسافر و مہمان کے ساتھ اچھے سلوک پر ابھارا ہے۔ اگر انسان مسافر کے ساتھ اچھے انداز سے پیش آئے اور مسافر دعا کر دے تو اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔جس طرح کہ ذیل کی روایت سے واضح ہوتا ہے۔

"ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْوَالِدِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ"[32]

"تین دعائیں مقبول ہیں: مظلوم کی دعا، اور مسافر کی دعا اور والد کی اپنے بچے کے لئے دعا۔"

اور اگر مسافر کے ساتھ بد سلوکی کی جائے تو انسان قیامت کے دن رب کریم کے ساتھ کلام، اسکی نظر رحمت اور جنت کے داخلے سے محروم ہو جائے گا جیسا کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنَ ابْنِ السَّبِيلِ،الحديث[33]

کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ گفتگو نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ ان کو پاک فرمائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (ان میں سے) ایک آدمی وہ ہے جس کے قبضے میں بیابان میں پانی ہو وروہ اسے مسافر سے روک دے۔ الحدیث

کبھی کبھی مسافر مہمان بن کر آتا ہے اور مہمان نوازی اسلامی اقدار کا خاصہ ہے حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ[34]

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے مہمان کی عزت کرنی چاہئے۔

ذرائع آمد ورفت کی ترقی سے قبل لوگ جب کسی جگہ سفر کر کے جاتے تو عموما وہاں پر قیام کرتے اوران کی مہمان نوازی خاندانی روایات کا حصہ تھی دالان کھلے اور قلب وسیع تھے تکلف سے عاری اور خلوص سے بھرپور ضیافت کا اہتمام کیا جاتا اور مہمان اس کو خوش دلی سے تناول کرتے محلے ، گاوں اور برادری کے مشترکہ مہمان خانے ہوتے اور وہی مشترکہ چوپال ہوتی ایک خاندان کا مہمان سب کا مہمان شمار ہوتا ہر خاندان اپنی وسعت کے مطابق اس کی مہمان نوازی کی کوشش کرتا اور شام کے وقت جب چوپال سجتی تو مہمان کو بالکل اجنبیت محسوس نہ ہوتی لیکن پھر وقت بدلا کچی سڑکیں کارپٹ روڈز اور موٹروے میں تبدیل ہوئیں سست رفتار ذرائع آمد ورفت تیز رفتار اور آرام دہ ذرائع میں تبدیل ہوئے لوگوں نے دوسری جگہ قیام پر سفر کر کے اپنے گھر پہنچنے کو ترجیح دی اور مکان ودلان کے تنگ ہونے کے ساتھ ساتھ دل بھی تنگ ہو گئے بے تکلفی کی جگہ تکلف نے لی گھروں کے مہمان خانے ویران ہوئے اور ہوٹل وشادی ہال آباد ہو گئے تو مسافر ومہمان کے ساتھ حسن سلوک کی اسلامی اخلاقی اقدار بدل گئیں۔

غلام:۔ چونکہ موجودہ دور میں غلام ناپید ہیں اس لئے اس پر بحث نہیں کی جارہی

خلاصہ بحث:۔

اسلام شرم وحیاء، حُسنِ کلام، حسن سلوک کی اہم اخلاقی اقدار کو جامع ہے زمانہ ماضی میں خاندان نے ان کے فروغ میں اہم کردار ادکیا لیکن تغیرات زمانہ نے اس کی راہ میں چند رکاوٹیں حائل کردی ہیں۔

شرم وحیاء کے فروغ میں بدنگاہی ،اظہار زینت ،اختلاط مردوزن، اوائل بلوغت میں شادی میں حائل سماجی وقانونی رکاوٹوں ،میڈیا کے غلط استعمال اور شریک انتخاب میں بزرگوں کی عدم شرکت جیسے مسائل کا سامنا ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ تعشیات کو ترک کر کے صرف مرد کی آمدنی سے اپنی ضروریات زندگی کو پورا کیا جائے، میڈیا کے مثبت استعمال کو عام کیا جائے، اوائل بلوغت میں شادی کی راہ میں حائل قانونی وسماجی رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔

بچوں سے معاندانہ طرز گفتگو، بزرگوں سے گستاخانہ انداز تخاطب، کذب بیانی، فحش گوئی وبکواس بازی اور غیبت کا رواج پکڑنا حسن کلام کو عام کرنے میں رکاوٹ بن رہا ہے اس لئے ضروری ہے کہ باہمی گفتگو میں بچوں سے ناصحانہ اور بزرگوں سے مودبانہ رویہ اختیار کیا جائے، کذب بیانی کو چھوڑ کر صدق مقال کو اپنایا جائے فحش گوئی، بکواس بازی اور غیبت کے جملہ اسباب کا خاتمہ کیا جائے خصوصا میڈیا کے استعمال میں احتیاط برتی جائے۔

والدین، رشتہ دار، پڑوسی، یتیم ومسکین، ہم مجلس اور مسافر ومہمان کے ساتھ حسن سلوک کو اگلی نسل وجدید معاشرے میں منتقل کرنے میں بڑھاپے میں والدین سے عدم توجہی، رشتہ داری پر مادیت پرستی کا غلبہ، یتیم ومسکین کی فلاحی تنظیموں کو سپردگی، آداب مجلس کا عدم لحاظ اور تنگ دامنی وتنگ مکانی جیسے اسباب مانع ہیں اس لئے ضروری ہے کہ والدین کا بڑھاپے میں سہارا بن کر نسل نو کے سامنے عمدہ مثال پیش کی جائے، مادیت پرستی پر اقرباء پروری کو ترجیح دی جائے، یتیم ومسکین کی کفالت کا انتظام ان کا خاندان خود کرے، اور انتخاب مجلس وآداب مجلس کا خیال رکھا جائے خصوصا سوشل میڈیا کے گروپس میں شمولیت کے وقت احتیاط برتی جائے اور کشادہ دلی سے مسافر ومہمان کی ضیافت کا اہتمام کیا جائے۔

حواشی:۔

[1] محمد کرم شاہ الازہری، **ضیاء القرآن** (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، س ن)، 1/119۔

[2] محمد امین بن عمر ابن عابدین، **ردالمحتار علی الدر المختار** (بیروت: دار لفکر، 1412ھ)، 1/79۔

[3] ابوعبد اللہ ابن ماجہ، **السنن**، کتاب الزھد، باب الحیاء (بیروت: دار احیاء الکتب العربیۃ، س ن)، 2/1399۔

[4] ابو عیسیٰ محمد بن عیسی الترمذی، **الجامع**، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الحیاء، 3/433۔

[5] القرآن: 24/31۔

[6] القرآن: 24/31۔

[7] ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی، **الجامع لاحکام القرآن** (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، س ن)، 12/223۔

[8] ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، **معجم الکبیر** (قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ، س ن)، 10/173۔

[9] القرآن: 27/24۔

[10] ابن ماجہ، **السنن**، کتاب الزھد، باب الحیاء، 2/1400۔

[11] محمد بن اسماعیل البخاري، **الجامع الصحیح**، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، 4/2405۔

[12] القرآن: 17/23۔

[13] القرآن: 17/23۔

[14] بخاري، **الجامع الصحیح**، کتاب الادب، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔۔۔ الخ، 8/25۔

15 ابوالحسن مسلم بن الحجاج، **الصحیح**، کتاب الایمان، باب بیان قول النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُہ کُفر، 1/57۔

16 القرآن:49/12۔

17 ابوداو سلیمان بن اشعث، **سنن**، کتاب الادب، باب ماجاء فی تشدید فی الکذب (بیروت: المکتبہ العصریہ، س ن)، 4/298۔

18 القرآن:4/36۔

19 بخاري، **الجامع الصحیح**، کتاب المواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتھا، 1/112۔

20 القرآن:17/23۔

21 ازہری، **ضیاء القرآن**)، 2/650۔

22 بخاري، **الجامع الصحیح**، کتاب البیوع، بَابُ مَنْ أَحَبَّ البَسْطَ فِي الرِّزْقِ، 3/56۔

23 ابن ماجہ، **السنن**، کتاب الادب، باب حق الیتیم، 5/2697۔

24 القرآن:11/58۔

25 مسلم، **الصحیح**، کتاب الایمان، باب بیان ان لا یدخل الجنۃ۔۔۔ الخ، 1/53۔

26 بخاري، **الجامع الصحیح**، کتاب الاستئذان، باب لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهِ، 8/61۔

27 ابوداود سلیمان بن اشعث، **السنن**، کتاب الادب، باب اذا قام الرجل من مجلس۔۔ الخ، 4/264۔

28 ابوداود، **السنن**، کتاب الادب، باب فی الرجل یجلس بین الرجلین۔۔۔ الخ، 4/262۔

29 ابن ماجہ، **السنن**، کتاب الزھد، باب الحزن والبکاء، دار احیاء الکتب العربیۃ، 2/1403۔

30 لجنۃ علماء برئاسہ نظام الدین بلخی، **الفتاوی الھندیۃ**، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع فی السلام۔۔۔ الخ (بیروت: دار الفکر، 1310ھ)، 5/326۔

31 ابوداود سلیمان بن اشعث، **السنن**، کتاب الادب، باب فی کفارۃ المجلس، 4/264۔

32 ابوداو سلیمان بن اشعث، **السنن**، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء بظھر الغیب، 2/89۔

33 مسلم، **الصحیح**، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم۔۔۔ الخ، 1/103۔

34 مسلم، **الصحیح**، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف۔۔۔ الخ، 1/68۔